ادبیات

غزل

(از جناب الم مظفر نگری)

الم یہ کس کے جلوے ہیں کہ عنوانِ نظر نکلے
چمن سے پھول اور دریا سے تابندہ گہر نکلے

نہ تھیں گنجائشیں جن کے لئے دامانِ مژگاں پر
وہ آنسو بن کے تارے چرخ پر شام و سحر نکلے

کوئی ساماں نہ تھا دلبستگی کا بزمِ گلشن میں
یہاں کانٹے بھی گل بھی تشنۂ خونِ جگر نکلے

اس آزادی سے تو صیاد بہتر تھی گرفتاری
قفس کی قید سے نکلے مگر بے بال و پر نکلے

سہارے کا کوئی امکاں نہ تھا دریائے ہستی میں
تمنا وہ جن کو سمجھے تھے کنارہ وہ بھنور نکلے

بچشمِ غور جب دیکھا گل و لالہ کو گلشن میں
کچھ ان میں دل کے ٹکڑے اور کچھ لختِ جگر نکلے

جنوں کے خیر مقدم کو نہ اٹھی جب بہارِ گل
تو صحرا سے پئے تعظیم ہم شوریدہ سر نکلے

نہیں اس بھید سے آگاہ کوئی موجِ دریا بھی
کدھر ڈوبے تھے ہم بحرِ فنا میں اور کدھر نکلے

کبھی موسیٰ کو تم نے خود سرِ ایمن نوازا تھا
مری خاطر بھی تو گنجائشِ ذوقِ نظر نکلے

خدا جانے دو عالم میں کہاں ٹھہریں وہ دیوانے
جو زندانِ جنوں سے توڑ کر دیوار و در نکلے

تری ہمدردیوں کا چارہ گر ممنون ہوں لیکن
کہاں ممکن وہ پیکاں جو ہے پیوستِ جگر نکلے

خوشی صیاد کو تاراجیٔ گلشن سے کیا ہوتی
نشیمن سے فقط ٹوٹے ہوئے دو چار پر نکلے

تری محفل میں ہم آئے تھے لے کر شوقِ نظارہ
یہاں جلوے ہی سر گرمِ تماشائے نظر نکلے

شکستہ بال و پر سمجھے ہوئے تھی جن کو اک دنیا
الم وہ طائرِ سدرہ سے بھی کچھ تیز پر نکلے

غزل

(از جناب اشفاق علی خاں صاحب ایڈووکیٹ)

کسی میں حوصلہ بھی ہے کہ دورِ آسماں بدلے؟
تمنا سب یہ کرتے ہیں فضائے گلستاں بدلے

ہوا اک تازیانہ اور میرے عزمِ محکم کو
بگڑ کر مجھ سے دنیا نے ذرا تیورِ جہاں بدلے

جو ہمت ہو تو پھر میرے نشیمن سے مقابل ہو
کہو بجلی سے یوں گھبرا کے اب برقِ تپاں بدلے
پہنچ کر جس جنوں کا ہاتھ رہ جائے گریباں تک
یہ ناممکن کہ اس کے زور سے رسمِ جہاں بدلے
اُسے کیا قدر ہو گی میری شانِ بے نیازی کی
وہ پابند ہوس جو آستاں پر آستاں بدلے
اسی ذوقِ عمل سے زندگی بنتی ہے انساں کی
اسی سے میری دنیا کے زمین و آسماں بدلے
وہ کیوں کر ہمنوایانِ چمن کا دل بڑھائے گا
جو خوفِ برق سے شام و سحر سو آشیاں بدلے

دعا

(از جناب برج لال صاحب جگی رعنا)

جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو
بے کہے آدمی کے دل کا حال
تیری چشم و نظر سے پوشیدہ
کچھ نہیں بزم آب و گل کا حال
یہ حجر یہ شجر یہ حیوانات
اوجِ فطرت کے مختلف زینے
آدمی کے خیال اور اعمال
سب ہیں تیری رضا کے آئینے
گلستاں میں تری رضا کے بغیر
ایک پتہ بھی ہل نہیں سکتا
تو نہ چاہے تو باوجودِ بہار
ایک غنچہ بھی کھل نہیں سکتا
ماضی و حال اور مستقبل
تری رفتار کے کرشمے ہیں
ماہ و سال اور موسموں کا ظہور
تیرے دیدار کے کرشمے ہیں
تیری قدرت کا جو بھی ہے قانون
کوئی اُس کو بدل نہیں سکتا
جس کی تقدیر میں جو لکھا ہے
وہ کسی طور ٹل نہیں سکتا
جانتا ہوں یہ سب مگر پھر بھی
دل میں چھاتی ہے جب الم کی گھٹا
دل کی بے تابیوں سے گھبرا کر
آ ہی جاتی ہے میرے لب پہ دعا
یہ دعا یہ مری تمنا کا
دخل بے جا تری مشیت میں
مانتا ہوں میں مانتا ہوں میں
کفر ہے کفر ہے حقیقت میں
یہ دعا یہ ضمیر کی آواز
خود فریبی کا نقشِ باطل ہے
زندگی کا یہ ایک طنزِ لطیف
میری ناکامیوں کا حاصل ہے
لاکھ موجِ سراب ہے یہ دعا + دل کو تسکین اس سے ملتی ہے :: چند لمحوں کے واسطے ہی سہی + آرزو کی کلی تو کھلتی ہے